

عورت کی سربراہی سے متعلق حدیث کی اسنادی تحقیق

جناب مولانا گوہر رحمن صاحب

(۲)

عوف بن ابی جمیلہ پر شیعہ ہونے کے الزام کی حقیقت

ذہبیؒ ۸۴۷ھ اور ابن حجرؒ ۸۵۲ھ نے ہندار، ابن مبارک اور داؤد بن ابی ہند کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابن ابی جمیلہ شیعہ اور قدری (معتزلی) تھا۔ لیکن باوجود اس الزام کے ذہبیؒ اور ابن حجرؒ نے خود بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے اور دوسرے بڑے بڑے آئمہ جرح و تعدیل سے بھی ان کی توثیق نقل کی ہے۔ اور آئمہ سنیہ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس کی روایات بغیر جرح کے نقل کی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مبتدع کی بدعت اگر حد کفر کو نہ پہنچی ہو (قطعی اور انفاقی کفر) اور وہ صداقت، دیانت اور امانت کی صفات کا حامل ہو۔ جھوٹ بولنے سے اجتناب کرتا ہو اور اچھے کردار کا حامل ہو اور لوگوں کو اپنی بدعت کی دعوت دینے والا نہ ہو۔ بلکہ تاویل کی غلطی کی وجہ سے خود اپنی بدعت پر قائم ہو تو ایسے مبتدع کی روایت جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔ اس لیے کہ اس نے بدعت کو عناد اور بدعتی کی وجہ سے اختیار نہیں کیا بلکہ غلط فہمی اور تاویل کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ایسے راوی پر جھوٹی حدیث گھڑنے کا الزام اس لیے نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ صادق القول ہوتا ہے۔

خطیب بغدادیؒ متوفی ۴۶۳ھ فرماتے ہیں :-

وقال كثير من العلماء ثقيل في اخبار غير الساعات من
اهل الاهواء

”بہت سے علماء نے کہا ہے کہ ان اہل بدعت کی روایات مقبول
ہیں جو اپنی بدعت کے داعی نہ ہوں۔“

خطیب بغدادی نے یہی رائے امام احمد بن حنبلؒ، عبدالرحمن بن مہدیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ،
یحییٰ بن معینؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ، علی بن المدینیؒ اور ابو داؤد الطیالسیؒ سے بھی نقل کی
ہے (جو جرح و تعدیل کے امام تھے)۔

علم اصول حدیث کے مشہور امام ابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ مہرور کے اس قول کو نقل
کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

وهذا مذهب الكثير من العلماء وهذا المذهب
اعدلها وأولها۔

”یہ کثیر یا اکثر علماء کا مذہب ہے اور یہی منصفانہ اور بہترین مذہب ہے۔“

ابن حجرؒ نوویؒ، ابن کثیرؒ، سیوطیؒ اور دوسرے کئی علماء اصول حدیث نے بھی ابن الصلاحؒ
سے اتفاق کرتے ہوئے اسی رائے کو زیادہ بنی برانصاف قرار دیا ہے۔ اور یہی بات
معقول نظر آتی ہے اس لیے کہ جب ایک آدمی مسلمان ہے، سچا ہے، متقی اور پرہیزگار ہے
اور لوگوں کے ساتھ معاملات اور گفتگو میں جھوٹ نہیں بولتا تو صرف تاویل کی غلطی کی وجہ سے
وہ کسی بدعت میں مبتلا ہو جانے سے اس کی شہادت قبول نہ کرنا، یا اس کی روایت
قبول نہ کرنا کوئی معقول اور منصفانہ طرز عمل نہیں ہے۔ یہ تو ہے اکثر علماء کا قول کہ داعی
الی البدعت کی روایت قبول نہیں کی جاسکتی اور غیر داعی کی قبول کی جاسکتی ہے لیکن خطیبؒ

لے الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب طبع حیدرآباد دکن ۱۳۰۷ھ ص ۱۲۱۔

لے الکفایہ ص ۱۲۶ تا ۱۳۰۔

لے علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۱۰۳-۱۰۴ و تدریب الراوی از سیوطی ص ۳۲۴-۳۲۵۔

تے امام شافعیؒ، قاضی ابن ابی لیلیٰؒ، سفیان ثوریؒ، قاضی ابو یوسفؒ سے یہ رائے بھی نقل کی ہے کہ اگر مبتدع اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت بھی دیتا ہو پھر بھی اس کی روایت قابل قبول ہے بشرطیکہ کافر نہ ہو، صداقت و امانت اور دیانت کے معیار مطلوب پر پورا اُترتا ہو۔ اور اس کی نقل کردہ حدیث کا تعلق اس کی بدعت سے نہ ہو۔

خطیب بغدادیؒ اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ان کی روایات کے مقبول ہونے کی مضبوط دلیل یہ ہے کہ صحابہؓ اور تابعین نے خوارج کی شہادت قبول کی ہے اس لیے کہ خوارج اور ان کی طرح کے دوسرے اہل بدعت راست گو تھے۔ جھوٹ بولنے کو بڑا گناہ سمجھتے تھے اور متقی تھے۔ قدیم و جدید اہل علم نے ان کی روایات کو موقوف کیا ہے اور قبول کیا ہے۔ تو یہ ان اہل علم کی طرف سے بمنزلہٗ اجماع ہے جس سے یہی رائے درست نظر آتی ہے۔“

جلال الدین سیوطیؒ نے ۸ نام ایسے راویوں کے نقل کیے ہیں جن پر بدعت کا الزام لگایا گیا ہے اور باوجود اس الزام کے بخاری اور مسلم دونوں میں یا ان میں سے کسی ایک میں ان کی روایات نقل ہوئی ہیں۔ ان میں سے ۲۵ راوی وہ ہیں، جن پر شیعیت کا الزام ہے اور ۳۰ وہ ہیں جن پر قدری (معتزلی) ہونے کا الزام ہے۔

اسی طرح ابن حجرؒ نے ۶۹ نام ان راویوں کے نقل کئے ہیں جن پر بدعت کا الزام ہے اور ان سے بخاری میں روایات نقل ہوئی ہیں۔

اگر یہ راوی غالی قسم کے وہ بدعتی ہوتے جن کی روایات ناقابل قبول ہوتی ہیں، تو

۱۔ الکفایہ ص ۱۲۰ ۲۔ الکفایہ ص ۱۲۵ ملخصاً

۳۔ تدریب الراوی جلد ۱ ص ۳۲۸ - ۳۲۹

۴۔ مقدمہ فتح الباری ص ۲۸۳ - ۲۸۴

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ ان سے روایات نقل نہ کرتے اور اُمت ان کی کتابوں کو صحیح ترین کتابیں تسلیم نہ کرتی۔

شیعیت کا مفہوم متقدمین کی اصطلاح میں

رفض و تشیع کا جو مفہوم اثناعشریہ امامیہ نے متعین کیا ہے اور متاخرین کے دور میں مروج ہو چکا ہے وہ تو خلفائے ثلاثہ (ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ) کی خلافت سے انکار پر مبنی ہے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے برأت، بغض صحابہ اور سب و شتم ان کا شعار ہے۔ تَقِیَّہ کے نام سے یہ لوگ جھوٹ بولنے کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قبیل کے شیعہ راوی کی روایت کو قبول کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب کہ یہ لوگ اپنے مذہبِ باطل کے داعی اور مبلغ بھی ہیں۔ بلکہ جھوٹی حدیثیں گھڑ کر پھیلانا بھی ان میں سے بعض کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن متقدمین محدثین کی اصطلاح میں تشیع کا مفہوم یہ تھا کہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر درجے میں فضیلت دی جائے۔ اور حضرت علیؓ کو اس کے مخالفین کے مقابلے میں برحق سمجھا جائے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت سے انکار یا ان سے برأت یا صحابہؓ پر لعن طعن اور سب و شتم تشیع کے اس مفہوم میں شامل نہیں تھا۔ آئمہ جرح و تعدیل جب کسی راوی کو شیعہ کہتے ہیں۔ اور پھر اس کی روایت کو قبول بھی کرتے ہیں تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ سے مناقب کے اعتبار سے افضل سمجھتے تھے۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمانؓ کی فضیلت اور مقبوت حضرت علیؓ سے زیادہ ہے۔ اس نوع کا شیعہ راوی اگر صادق القول اور متقی ہو تو اس کی روایت مقبول ہے۔ اس لیے کہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ سے افضل سمجھنا ایک غلط فہمی ہے کوئی عقیدے کی خرابی نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

التَّشِيعُ فِي عَرَفِ الْمُتَقَدِّمِينَ هُوَ اِعْتِقَادُ تَفْضِيلِ عَلِيٍّ
 عَلَى عُثْمَانَ وَانْ عَلِيًّا كَانَ مُصِيبًا فِي حَرْوَيْهِ وَانْ مُخَالَفَهُ مُحْطًا

بدعتہ۔

”یہ سخت قسم کا شیعہ تھا لیکن یہ سچا راوی تھا اور ہمارے لیے اس کا سچ بولنا مفید ہے۔ اور اس کی بدعت کا بوجھ اسی پر ہے۔“
ابان بن تغلب سے امام مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں اور احمد بن حنبل، ابن مہی، اور ابو حاتم نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اس پر ذہبی نے سوال قائم کیا ہے کہ مبتدع کی توثیق کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

وجوابہ ان البدعۃ علی ضربین فبدعة صغریٰ کخلو الشیعۃ او کالتشیع بل غلو فہذا کثیر فی التابعین وتابعیہم مع الدین والورع والصدق فلورڈ حدیث ہو لاول ذہب جملة من الآثار النبویۃ و ہذا مفسدۃ بیئۃ عہ

اس کا جواب یہ ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک چھوٹی بدعت ہے مثلاً تشیع میں غلو کرنا اور بغیر غلو کے تشیع یہ چھوٹی بدعت تابعین اور تبع تابعین میں زیادہ تھی۔ باوجود اس کے کہ یہ لوگ دیانت دار اور پرہیزگار تھے۔ اور سچے تھے اور اگر ان کی روایت رد کر دی جائے تو احادیث نبویہ کا ایک حصہ ضائع ہو جائے گا، جس کا نقصان واضح ہے۔“
شیعیت کے بارے میں متقدمین اور متاخرین کی اصطلاح کا فرق بیان کرتے ہوئے ذہبی فرماتے ہیں:

ثم بدعة الکبریٰ کالرفض الکامل والغلو فیہ والمحط علی ابی بکر وعمر والدعاء الی ذالک فہذا النوع

لَا يُعْتَمَدُ بِهِمْ وَلَا كِرَامَةٌ أَيْضًا فَمَا اسْتَحْضِرَ الْآنَ فِي هَذَا
الْمَضْرَبِ رَجُلًا صَادِقًا بَلَّ الْكَذِبَ شَعَارَهُمْ وَالتَّقِيَّةَ وَالنَّفَاقَ
دَثَارَهُمْ فَكَيْفَ يَقْبَلُ نَقْلَ مِنْ هَذَا حَالَهُ حَاشَا وَكَلَّا -
فَالشَّيْعِيُّ الْغَالِي فِي زَمَانِ السَّلَفِ وَعَرَفَهُمْ هُوَ مَنْ تَكَلَّمَ فِي
عُثْمَانَ رض وَالزُّبَيْرِ رض وَطَلْحَةَ رض وَمَعَاوِيَةَ رض مِمَّنْ حَارَبَ عَلِيًّا وَ
الْغَالِي فِي زَمَانِنَا وَعَرَفْتَنَا مَنْ يَكْفُرُهُوْلَاءَ السَّادَةِ وَيَتَّبِعُوهُ
مِنَ الشَّيْخِيْنَ أَيْضًا فَهَذَا ضَالٌّ وَأَبَانُ بْنُ تَغْلِبَ لَمْ يَكُنْ
يَعْرِضُ لِلشَّيْخِيْنَ أَصْلًا بَلْ قَدْ يَعْتَقِدُ عَلِيًّا أَفْضَلَ مِنْهُمَا -

”بدعت کی دوسری قسم بڑی بدعت ہے۔ مثلاً کامل رفض، اس میں غلو کرنا ابو بکر رض اور عمر رض پر لعن طعن کرنا اور لوگوں کو اس بدعت کی دعوت دینا تو اس قسم کے مبتدعین کی روایت قابل استدلال نہیں ہے۔ اور اس کی کوئی قدر قیمت نہیں ہے۔ اب تو مجھے اس نوع کے شیعوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں معلوم نہیں ہے جو سچ بولتا ہو۔ بلکہ جھوٹ بولتا اب ان کا شعار بن چکا ہے۔ اور تقیہ و نفاق ان کا اوڑھنا بن چکا ہے۔ تو ایسے شخص کی روایت کیسے قبول کی جاسکتی ہے۔ سلف کے زمانے میں غالی شیعہ صرف وہ ہوتا تھا جو حضرت عثمان رض، زبیر رض، طلحہ رض اور معاویہ رض کے بارے میں کلام کرتا تھا، جنہوں نے حضرت علی رض سے جنگ کی تھی۔ (یعنی ان کی رائے کو صحیح نہیں سمجھنا تھا، بلکہ ان کی جانب خطاء کی نسبت کرتا تھا)۔ اور ہمارے زمانے میں غالی شیعہ وہ ہوتا ہے جو مسلمانوں کے ان رہنماؤں کو کافر کہتا ہے اور شیخین (ابو بکر رض و عمر رض) سے برأت کرتا ہے تو ایسا شخص گمراہ ہے، مگر ابان بن تغلب شیخین پر لعن طعن بالکل نہیں کرتا تھا۔ البتہ اس کا عقیدہ صرف یہ تھا کہ حضرت علی رض

ان دونوں سے افضل تھے۔

علامہ سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں :

البصواب انه لا تقبل رواية الرافضة وساب السلف
كما ذكره المصنف في الروضة في باب القضاء في مسائل
الافتاء۔

صحیح یہی ہے کہ روافض اور سلفؒ صحابہؓ کو گالیاں دینے والوں کی روایت
مقبول نہیں ہے۔ جیسا کہ مصنف (نوی) نے اپنی کتاب روضہ کے باب القضاء
میں ذکر کیا ہے۔

صحیحین کے ۲۵ راویوں کو شیعہ کہا گیا ہے۔ یہ متقدمین کی اصطلاح کے مخصوص معنوں
میں شیعہ تھے۔ یعنی حضرت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کو فضیلت دیتے تھے۔ متاخرین کی
اصطلاح کے معنوں میں وہ شیعہ نہیں تھے جو ابو بکرؓ اور عمرؓ سے برأت کرتے تھے صحابہؓ
کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور تقیہ کے طور پر جھوٹ بولنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ عوف بن ابی جلیلہ
بھی ان ۲۵ ناموں میں شامل ہیں۔ جن کو شیعہ اصطلاح متقدمین کہا گیا ہے۔ اور صحیحین کے
علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے بھی ان سے روایات نقل کی ہیں۔ عوف بن ابی جلیلہ سے امام
مسلم نے بھی روایات نقل کی ہیں۔ حالانکہ انہوں نے مسلم کے مقدمے میں لکھا ہے۔

ان یَتَّقِ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْ اَهْلِ التَّوْحِيدِ وَالْمَعَانِدِ
من اهل البدع۔

”اُن راویوں کی روایت سے اجتناب کیا جائے جن پر کوئی تہمت لگائی
گئی ہو یا وہ عنادی قسم کے بدعتی ہوں۔“

اگر عوف بن ابی جلیلہؒ عنادی شیعوں میں سے ہوتے یا اُن پر کسی نے جھوٹ بولنے

۱۔ تدریب الراوی جلد ۱ ص ۳۲۶ -

۲۔ مقدمہ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۶۰ طبع قاہرہ -

کی تہمت لگائی ہوتی تو امام مسلم اپنی شرط کے مطابق اس سے روایات نقل نہ کرتے اور امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے ائمہ اسے ثقہ صدوق اور صالح الحدیث نہ کہتے اس لیے کہ غالی شیعہ کو صدوق اور ثقہ و صالح الحدیث کہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسرے اسانید جن میں عوف بن ابی جمیلہ نہیں آیا

۱۔ امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۴۹ھ نے اس حدیث کو جس سند کے ساتھ نقل کیا ہے اس میں عوف بن ابی جمیلہ نہیں آیا، بلکہ اس کی جگہ حسن بصریؒ سے اس حدیث کو حمید الطویل نے نقل کیا ہے۔ ترمذی کے راوی یہ ہیں:

محمد بن المثنیٰؒ — خالد بن الحارثؒ — حمید الطویلؒ — حسن بصریؒ
ابو بکرؓ

۱۔ محمد بن المثنیٰؒ ابو موسیٰ البصریؒ متوفی ۲۵۲ھ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ امام زحلیؒ نے اسے حجت کہا ہے۔ یحییٰ بن معین نے ثقہ اور ابو حاتمؒ نے صدوق اور صالح الحدیث کہا ہے۔

۲۔ خالد بن الحارثؒ ابو عثمان الجبلیؒ البصریؒ بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ امام نسائیؒ نے اسے ثقہ ثبت کہا ہے۔ ترمذیؒ نے اسے ثقہ مامونؒ کہا ہے اور ابو حاتمؒ نے اسے ثقہ کہا ہے۔

۳۔ حمید بن ابی حمید الطویل المولود ۶۸ھ المتوفی ۱۴۳ھ بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے اور ابن حجر نے لکھا ہے

لے ترمذی کتاب الفتن باب ۷۵ حدیث نمبر ۲۲۶۲۔

لے تہذیب جلد ۹ ص ۴۳۹ رجال البخاری از کلابازی جلد ۲ ص ۶۸۲ طبع مکتہ
مکرمہ۔ ۱۹۸۷ء

لے تہذیب جلد ۳ ص ۱۵۳ رجال البخاری جلد ۱ ص ۲۲۳۔

کہ مشہور من الثقات المتفق علی الاحتجاج بہ۔ یہ ان مشہور اور ثقہ راویوں میں سے ہیں جن کی روایات کے قابل استدلال ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے۔^۱

۴ اور ۵۔ حسن بصریؒ تو مشہور امام ہیں اور ابوبکرؓ صحابی ہیں۔

ترمذی کی سند کے سارے راوی صحاح ستہ کے ہیں اور ان میں سے کسی پر بھی نہ شیعہ اور قدری ہونے کا الزام ہے اور نہ کسی اور وجہ سے ضعیف ہونے کی جرح موجود ہے۔ اور ابن ابی جمیلہ کی جگہ اس میں حمید طویل آیا ہے جو بالاتفاق ثقہ ہے۔

۲۔ امام ابو داؤد الطیالسیؒ متوفی ۲۰۴ھ نے یہ حدیث سند ثلاثی کے ساتھ نقل کی ہے یعنی طیالسیؒ اور رسول اللہؐ کے درمیان تین واسطے ہیں جس سند میں واسطے کم ہوں اسے سند عالی کہا جاتا ہے۔ بخاری کی سند میں واسطے چار ہیں اور ترمذی کی سند میں پانچ ہیں۔ اس لیے طیالسی کی یہ سند عالی ہے جس کے راوی درج ذیل ہیں اور ان میں بھی ابن ابی جمیلہ نہیں آیا۔

عُبَیْنَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِؒ — عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ جَوْشَنؒ — ابوبکرؓ۔^۲

عُبَیْنَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ جَوْشَنِ الْعُظْفَانِيِّ ابومالک البصری متوفی ۱۵۰ھ

حسن اربعہ (ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ) کے راوی ہیں۔ یحییٰ بن

معینؒ، ابن سعدؒ، نسائیؒ اور ابن حبانؒ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ امام احمدؒ

نے اسے صالح الحدیث کہا ہے۔ اور ابو حاتمؒ نے اسے صدوق کہا ہے۔^۳

عبدالرحمن بن جوشن عطفانی تابعی تھے اور ابوبکرؓ کے داماد تھے۔

۱۔ تہذیب جلد ۳ ص ۳۸ - ۶۵ -

۲۔ مسند ابو داؤد طیالسی طبع بیروت ص ۱۱۸ - حدیث نمبر ۸۷۸ -

۳۔ تہذیب جلد ۸ ص ۲۴۰ - ۲۴۱ -

ابوزرعة، ابن سعد اور ابن حبان نے اسے فقہ کہا ہے۔

ابوداؤد طیالسی کی نقل کردہ حدیث کے الفاظ ہیں: لَنْ يَفْلَحَ قَوْمٌ اسندوا
امرهم الى امرأة - اس سند عالی میں بھی کوئی ایسا راوی نہیں آیا ہے جس پر
بدعت کا الزام ہو یا اسے ضعیف کہا گیا ہو۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے مسند احمد میں عورت کی حکمرانی کی ممانعت کی
روایات مختلف الفاظ میں ۵ سندوں کے ساتھ نقل کی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سند
میں بھی عوف بن ابی جمیلہ کا ذکر نہیں آیا۔ ان روایات کے متون اور اسانید کی تفصیل
درج ذیل ہے۔

۳۔ بکار بن عبدالعزیز عن ابیہ عبدالعزیز عن ابیہ ابی بکرۃؓ۔ ابو بکرہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ کے پاس ایک شخص فتح کی خوشخبری لے کر آیا۔ آپ نے سجدہ شکرہ ادا کیا اور
پھر پوچھا کہ ان پر حکومت کون کر رہا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ ان پر ایک عورت حکمرانی
کر رہی ہے۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا:

هَكَكَّتِ الرِّجَالُ حَيْثُ اطَاعَتِ الْمُنْأَاءُ شَلَاثًا۔

”مرد جب عورت کی اطاعت کریں گے (حکمران کے طور پر) تو تباہ

ہو جائیں گے۔ یہ فقرہ تین بار دہرایا“

یہ حدیث انہی الفاظ میں اسی سند کے ساتھ امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ نے مستدرک
میں نقل کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ یہ صحیح حدیث ہے مگر اسے بخاری مسلم نے نقل نہیں
کیا۔ شمس الدین ذہبی نے بھی اپنی تعلیقات میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۱۔ تہذیب جلد ۶ ص ۱۵۵۔

۲۔ الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد الشیبانی کتاب الخلفاء الفصل الرابع فی امارۃ
النساء۔ جلد ۲۳ ص ۳۵۔

۳۔ المستدرک للحاکم مع تعلیقات ذہبی جلد ۴ ص ۲۶۱۔

۴ — علی بن زیدؑ عن عبد الرحمن عن ابيه ابی بکرہؓ

بلفظ: ما اقلح قوم یلی امرھم امرأۃ۔

”وہ قوم کامیاب نہیں ہوگی جس پر عورت حکمرانی کرتی ہو۔“

۵ — مبارک بن فضالہ عن الحسن البصری عن ابی بکرہؓ

بلفظ: لن یفلح قوم تملکھم امرأۃ۔

”وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوگی جس پر عورت حکمرانی کرتی ہو۔“

۶ — عیینہ عن ابيه عبد الرحمن بن جوشن، عن ابی بکرہؓ

بلفظ: لا یفلح قوم استندوا امرھم الى امرأۃ۔

”وہ قوم کامیاب نہ ہوگی جس نے اپنے معاملات عورت کے حوالے کر دیئے ہوں۔“

۷ — حمید الطویل عن الحسن البصری عن ابی بکرہؓ

بلفظ: لا یفلح قوم تملکھم امرأۃ۔

”وہ قوم کامیاب نہ ہوگی، جس پر عورت حکمرانی کرتی ہو۔“

۸ — ابن حبانؒ متوفی ۳۵۴ھ نے یہ حدیث: لن یفلح قوم تملکھم

امراًۃ کے الفاظ میں جس سند کے ساتھ نقل کی ہے اس میں بھی ابن ابی

جمیلہ نہیں ہے۔ ابن حبان کے راوی یہ ہیں:

مبارک بن فضالہ عن الحسن عن ابی بکرہؓ

۹ — امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے

جس میں ابن ابی جمیلہ کا ذکر نہیں آیا۔

محمد بن یعقوبؒ، یحییٰ بن محمد بن یحییٰؒ، مسددؒ، خالد بن الحارثؒ، حمید الطویلؒ،

حسن بصریؒ، ابو بکرہؒ۔

اس حدیث کے مذکورہ اسانید سے معلوم ہوا کہ حسن بصریؒ کے ساتھ ابو بکرہؒ سے نقل کرنے میں عبدالعزیز بن ابی بکرہؒ، عبدالرحمن بن ابی بکرہؒ اور عبدالرحمن بن جوشنؒ بھی موافقت و متابعت کرتے ہیں۔ اور عوف بن ابی جمیلہ کے ساتھ حسن بصریؒ سے نقل کرنے میں حمید الطویلؒ اور مبارک بن فضالہ بھی متابعت کرتے ہیں۔ اگر ابن ابی جمیلہ مردود الروایت شیعہ بھی ہوتا پھر بھی از روئے قاعدہ مشہورہ یہ حدیث مقبول ہوتی۔ اس لیے کہ دوسرے ثقہ راوی اس کی متابعت اور تائید کرتے ہیں۔ جب ابن ابی جمیلہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ دوسرے ثقات اس روایت میں اس کی تائید کرتے ہیں۔ بخاریؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، بیہقیؒ، حاکمؒ، احمد بن حنبلؒ، ابوداؤد طلیسؒ، ابن حبانؒ، ذہبیؒ، ابن حجرؒ اور بدرالدین عینیؒ جیسے محدثین نے عورت کی حکومت کے ممنوع ہونے کے بارے میں اس کی نقل کردہ مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور چودہ سو سالہ تاریخ اسلام میں ہر دور کے فقہاء اور محدثین نے عورت کی بھکاری کے ممنوع اور منکر ہونے کے لیے اس حدیث کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ یعنی اس حدیث کو تلقی بالقبول کا مقام حاصل ہے۔ ثواب قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ اس درجے کی حدیث کو بھی ناقابل استدلال کہنا کیا حق پسندی پر مبنی ہے یا کسی نیت فاسدہ پر مبنی ہے یا پھر لاعلمی پر مبنی ہے؟

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ

اللّٰهُمَّ ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَارِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ
۲۲۸